Urdu Studies
An international, peer-reviewed, bilingual research journal
ISSN: 2583-8784 (Online)
Vol. 4 │Issue 1 │Year 2025
Pages: 43-49

این میری شمل

محمد ضیاء الدین احمد شکیب

Abstract. This article offers an overview of the reminiscences penned by Mohammed Ziauddin Ahmed Shakeb about his long-standing association with Annemarie Schimmel, the renowned German scholar of Islamic studies and Indo-Persian literature. Shakeb's recollections shed light on Schimmel's deep intellectual engagement with Sufi thought, Persian poetry, and Urdu literary traditions, while also painting a personal portrait of her humility, discipline, and profound spiritual sensibility. Through anecdotes and reflections, Shakeb highlights Schimmel's unique ability to navigate multiple linguistic and cultural worlds with grace and scholarly precision. His narrative underscores her affection for South Asia, especially her emotional and intellectual attachment to the poetry of Rumi, Ghalib, and Iqbal. The reminiscences also document moments of collaboration, shared academic pursuits, and mutual admiration, revealing the human dimensions of a towering scholar whose legacy transcended boundaries of language, religion, and nationality. Shakeb's tribute is not only a

ISSN: 2583-8784 (Online)
Included in UGC-CARE List since October 2021
Published on August 15, 2025
http://www.urdustudies.in
https://creativecommons.org/licenses/by-nc-nd/4.0/?ref=chooser-v1

testament to Schimmel's scholarly achievements but also an intimate reflection on her character, generosity, and enduring influence on scholars of Islamic and South Asian studies.[1]

Keywords. Annemarie Schimmel.

این میری شمل نابغۂ روزگار شخصیت کی حامل تھیں۔ ان کا شمار عالمی سطح پر صف اول کے محققین میں ہوتا تھا۔ ان کی تحقیقات کا مرکز اسلامی تاریخ و تہذیب اور خاص کر صوفیانہ ادب تھا۔ ان کو بیشتر اسلامی زبانوں پر زبردست دستگاہ حاصل تھی۔ ان زبانوں میں عربی، فارسی، ترکی، سندھی، اردو، دکھنی، تاجیکی اور ازبکی کے علاوہ یورپ کی سبھی اہم زبانیں شامل ہیں۔ ہر سال ان کی ایک سے زیادہ ضخیم ٹھوس، تحقیقی کتابیں شایع ہوتی تھیں۔ انھوں نے ایک سو پچاس سے زیادہ کتابیں اور بلا شبہ کئی ہزار مضامین لکھے اور تقریریں کیں۔ وہ کم از کم دس زبانوں میں گفتگو بھی کرتی تھیں اور انھوں نے ان زبانوں میں لکھا بھی ہے۔ ان کی اہم تصنیفات جرمن، ترکی اور انگریزی میں ہیں، جو شایع ہو چکے ہیں۔ ان کے سینکڑوں مضامین اور چند کتابیں ابھی زیر طبع ہیں۔ ان کی قریبی دوست پروفیسر گڈرن شوبرٹ Gudrun Schubert ان کی اشاعت کی کوشش کر رہی ہیں۔

پروفیسر این میری شمل ابھی اسکول کی طالبہ ہی تھیں کہ اُن کو ہندوستان کے مغل بادشاہوں کی تاریخ سے بڑی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ گیارہ بارہ برس کی عمر میں انھوں نے ہندوستان کے مغل بادشاہوں کی تاریخ ایک خوب صورت نوٹ بک میں اس طرح لکھی کہ بیان کے ساتھ ہر بادشاہ کی نہایت خوب صورت چھوٹی سی تصویر بھی اسی طرح بنائی جس طرح حیدر آباد میں اسکول کی کتابوں میں ہوا کرتی تھیں۔ ان کی تصویروں میں سارے بادشاہ رنگین لباس پہنے ہوئے ہیں۔ یہ شائع تو نہیں ہوئی لیکن ایک دفعہ جرمنی میں جب میں ان کے یہاں مقیم تھا تو انھوں نے مغلوں سے اپنی دلچسپی کی داستان بھی سنائی اور وہ نوٹ بک بھی دکھائی۔ انھوں نے پہلی ڈگری جرمنی ہی سے حاصل کی جو عربی، فارسی اور ترکی زبانوں پر مشتمل تھی۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے ۱۹۴۱ء میں برلن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری

[1] Abstract prepared by Arshad Masood Hashmi (Ed.).

حاصل کی۔ ان کا دوسرا ڈاکٹریٹ تاریخ مذہب میں ۱۹۵۱ء میں یونیورسٹی آف ماربرگ سے تھا۔ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۴ء یعنی آٹھ سال تک انھوں نے یونیورسٹی آف ماربرگ University of Marburg میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ تیئیس ۲۳ سال کی عمر میں وہ صدر شعبہ عربی و اسلامیات مقرر ہوئیں۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران نازی حکومت میں انھیں لازمی طور پر فوج میں بھرتی ہونا پڑا۔ فوج میں ان کی خدمات ایک مترجم کی حیثیت سے لی گئی تھیں۔ اس وقت ان کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔ اپنی خود نوشت سوانح عمری میں وہ لکھتی ہیں کہ اس فوجی خدمت میں بھی عربی مراسلوں کا ترجمہ کرنے میں انھیں بڑا لطف آتا تھا۔

کئی ڈگریوں کے حاصل کرنے کے بعد اُن کا علمی ذوق اور بڑھ گیا۔ ۱۹۵۲ء میں وہ ایک تحقیقی پروجکٹ لے کر ترکی پہنچیں۔ وہ خود لکھتی ہیں کہ جرمنوں کی خشک مزاجی اور بیگانہ پن کی نسبت ترکی کی گرم جوش اور محبت بھری فضا ان کو بہت اچھی لگی۔ چنانچہ ۱۹۵۴ء میں جامعہ انقرہ نے انھیں دینیات اسلامی و تاریخ مذاہب عالم کے صدر شعبہ کی کرسی پیش کی جس کو انھوں نے بخوشی قبول کیا۔ اس وقت این میری شمل کی عمر صرف تیس سال تھی۔ جامعہ انقرہ میں وہ پانچ سال تک کارگزار رہیں۔ یہی وہ زمانہ تھا جب قونیہ میں جلال الدین رومی کی مزار پر اکثر جایا کرتیں اور رومی سے ان کی دلچسپی اور نتیجتاً رومی کا مطالعہ بڑھا۔ ترکی میں رہنے کی وجہ سے ترکی ان کی اپنی زبان بن گئی۔ آج بھی ترکی کی جامعات میں ان کا نام نہایت فخر سے لیا جاتا ہے۔ وہاں ان کے رفقاء، احباب اور شاگردوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔

۱۹۶۰ء میں وہ اپنے وطن جرمنی واپس آگئیں۔ اس مرتبہ انھیں University of Bonn نے عربی اور اسلامیات اسوسی ایٹ پروفیسر کا عہدہ پیش کیا۔ جس پر وہ ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۴ء تک کارگزار رہیں۔ ان کی ان ملازمتوں کے ساتھ ساتھ مختلف بین الاقوامی سمیناروں میں شرکت، مضامین اور کتب کی اشاعت کی وجہ این میری شمل کی شہرت ممالک اسلامی اور یوروپ کے علاوہ امریکہ تک پہنچ چکی تھی۔

۱۹۶۶ء میں انھوں نے ہارورڈ یونیورسٹی میں ابتداءً ہند اسلامی تہذیب کے لکچرر کا عہدہ قبول کیا جس پر وہ چار سال تک کارگزار رہیں پھر اسی شعبے میں پروفیسر مقرر کی گئیں۔ ہارورڈ میں بیس سال تک وہ ہند اسلامی تہذیب کی پروفیسر رہ کر وہ ۱۹۹۲ء میں اپنی خدمات سے سبک دوش ہوئیں۔ ستر سال کی عمر کو پہنچنے تک انھوں نے تدریس کے علاوہ بہت ساری تصنیفات مکمل کر کے شائع کر لی تھیں لیکن اب بجائے آرام کے انھوں نے اپنا تحقیقی سفر اور تیز کر دیا۔ اب تو ہر سال دو تین کتابیں شائع ہونے لگیں۔ ہر کتاب ایسی جو کئی کئی برس کی محنت کا نتیجہ تھی۔ یہ این میری شمل کا وصفِ خاص تھا کہ وہ ایک ہی وقت میں مختلف کتابوں کا خاکہ ذہن میں تیار کرتیں اور ان کے لئے مواد جمع کرتی رہتیں اور اچانک کسی ملاقات میں گفتگو کے دوران نہایت نرم لہجے میں کہتیں کہ ہاں فلاں موضوع پر اب میری کتاب کا مواد پورا مل چکا ہے۔ یا میں نے فلاں موضوع پر کتاب لکھ ڈالی ہے۔ یہ اعلانات ہر تیسرے چوتھے مہینے ہوتے رہتے اور سننے والے حیران رہتے۔

۱۹۹۲ء میں انھوں نے ایڈنبرا میں گفّرڈ Giffords لکچر ز دیے تھے۔ جو ۱۹۹۳ء میں Deciphering the Signs of God: A Phenomenological Approach to Islam یعنی آیات کونیہ کے وسیلے سے اسلام کی تفہیم کے موضوع پر یونیورسٹی آف نیویارک سے شائع ہو چکی ہے۔ اسی زمانے میں ان کی زندگی کے بارے میں ایک مختصر لیکن جامع رسالہ A Life of Learning شائع ہوا تھا جس کا ترجمہ علی محمد صاحب نے کیا جو رسالہ سب رس، حیدر آباد دکن میں شائع ہو چکا ہے۔ اس رسالے کی اشاعت کے بعد ان کی متعدد غیر معمولی تصنیفات شائع ہوئیں۔ جن میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں۔

The Two-Coloured Brocade	ہندوستان میں فارسی ادب کی تاریخ
My Soul is Woman	اسلام میں عورت کے موضوع پر
Lyrics for the Divine Soul	صوفیانہ شاعری کا نہایت دلکش جائزہ
The Mystery of Numbers	مذاہب عالم اور اسلام میں اعداد کی اہمیت

ان انگریزی کتابوں کے علاوہ جرمن زبان میں ''اسلام میں خواب اور تعبیر خواب''، ہندوستان کے عہد مغلیہ کی تاریخ، ۱۹۴۲ء کے بعد کی اپنی خودنوشت سوانح، سفر نامہ ٔہندودکن کی اشاعت ہو چکی ہے۔

وہ ہر سال اپنی ڈائریوں پر مبنی جرمن زبان میں ایک جرنل لکھا کرتی تھی جو کافی ضخیم ہوتا اور اس میں سال بھر کی روداد ہوتی۔ اسی طرح بعض سفر نامے لکھے۔ یہ جرنل اور سفر نامے نہایت قریبی دوستوں کو بھیجے جاتے۔ ان کی اشاعت ہو تو این میری شمل کی زندگی کے ساتھ ساتھ علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کے مختلف گوشوں پر روشنی پڑے گی۔ پروفیسر شمل کی تصنیفات کی ایک مکمل ببلوگرافی ڈاکٹر اکرام چغتائی نے ۱۹۹۸ء میں شائع کی تھی۔

این میری شمل ایک جلیل القدر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نہایت اعلیٰ درجے کی انسان تھیں۔ اُمور علمی سے ہٹ کر بھی ان کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ دنیا بھر میں ان کے دوست احباب بکھرے تھے۔ لیکن وہ شاید ہی کسی کو بھولتی ہوں۔ ایک دفعہ وہ اس وقت حیدر آباد تشریف لائیں جب میں لندن میں تھا۔ اس سفر کے بعد جب وہ لندن تشریف لائیں تو سفر حیدر آباد کی روداد نہایت دلچسپ طریقے پر بیان فرماتی رہیں۔ اس سلسلے میں مختلف احباب کے نام بھی لیتی جاتی تھیں۔ پروفیسر سراج الدین کو بھی بہت چاہتی تھیں۔ ان سے ملاقاتوں کا ذکر فرمایا۔ میں نے پوچھا مضطر مجاز نہیں ملے، کہنے لگیں کہ میری تقریروں میں ہر جگہ دکھائی دیے لیکن دور دور رہے، مجھ سے آکر نہیں ملے، پتہ نہیں کیوں؟

حیدر آباد ان کو بے حد پسند تھا۔ چار مینار پر انھوں نے ایک خوب صورت نظم بھی کہی۔ حیدر آبادی بریانی، بگھارے بیگن، شکم پُر اور خاص طور پر ''گل بہشت'' ان کو بے انتہا پسند تھے۔ انھوں نے اپنے سفر نامہ دکن میں جو جرمن زبان میں ہے، نہ صرف ان چیزوں کی تعریف کی ہے بلکہ میری بیوی فرحت شکیب سے دریافت کر کے ان کے مکمل نسخے اور پکوان کے طریقے بھی اس میں درج کر دیے ہیں۔ ''گل بہشت'' یا ''گل فردوس'' پہلی دفعہ انھوں نے مخدومی سجادہ صاحب گلبرگہ مدظلہ کے دولت خانے پر نوش فرمایا تھا۔

گولکنڈہ اور بیجاپور کی عمارتوں پر انھوں نے نظمیں کہیں جو ان کے مجموعہ ہائے منظومات میں شامل ہیں۔ ان کو نہایت اعلیٰ درجے کے اردو، فارسی، عربی، ترکی اور مختلف زبانوں کے بے شمار اشعار یاد تھے۔ ایک دفعہ میں نے پوچھا آنے والے چند مہینوں میں آپ کا کیا پروگرام ہے۔ اس پر کچھ دیر سوچ کر خواجہ میر درد کا یہ شعر پڑھا۔

مانندِ فلک دل متوطن ہے سفر کا
معلوم نہیں اس کا ارادہ ہے کدھر کا

میں نے محمود گاوان کے مزار کی تصویر کھینچی۔ تصویر میں آسمان، ایک درخت اور اس کے نیچے ایک چبوترے پر گاوان کا مزار ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس پر کچھ لکھ دیجیے۔ قلم برداشتہ آتش کا یہ شعر لکھ دیا۔

خدا دراز کرے عمر چرخ نیلی کی
کہ بیکسوں کی مزاروں کا شامیانہ ہوا
(آتش)

میرا ان کا کوئی پچیس برس کا رابطہ رہا، ان سے ہندوستان، انگلستان، جرمنی اور امریکہ کے مختلف مقامات پر ساتھ رہا۔ کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کسی تکلیف پر شاکی ہوں یا انھیں کسی بات پر غصہ آیا ہو۔ وہ بہت ہی صابر و شاکر قسم کی انسان تھیں اور ان کی حس مزاح بہت تیز تھی۔ ناگوار سے ناگوار واقعہ پر وہ ضرور کوئی لطیفہ بیان کر دیتیں۔ ایک دفعہ کی بات ہے کہ ہم لوگوں کو کہیں جانا تھا۔ موٹر کار میں پانچ کی جگہ تھی اور ہم سب چھ افراد تھے، جن میں این میری شمل بھی تھیں، ہم نے کہا اس طرح سفر کرنے میں آپ کو تکلیف ہوگی۔ کہنے لگیں "آپ فکر نہ کریں کراچی میں ایک دفعہ ہم چودہ لوگوں نے ایک ہی V.W Beetle میں سفر کیا ہے"۔

میں نے یورپ اور امریکہ میں آج سے بیس سال پہلے بہت لوگوں کو اُن کا مخالف پایا لیکن وہ مستقل مزاجی کے ساتھ کام کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ان کے مقابلے میں بونے نظر آنے

لگے۔ وہ آخر دم تک کام کرتی رہیں۔ ۱۳ جنوری کو وہ بون میں تھیں۔ میری اُن کی فون پر بات ہوئی۔ گھر کے ہر ایک فرد کے بارے میں پوچھتی رہیں۔ غالباً ۱۷ء جنوری کو اطلاع ملی کہ وہ غسل خانے میں گر پڑیں اور بے ہوش ہیں۔ دواخانے شریک کر دیا گیا۔ یہ بے ہوشی کئی دن رہی۔ ہوش آنے پر ان کا ایک اور آپریشن کرنا ضروری تھا۔ ۲۴ء جنوری کو اُنھیں ہوش آ گیا۔ سب سے پہلی بات جو انھوں نے کہی وہ یہ تھی کہ میری کتاب کا آخری باب ادھورا رہ گیا ہے، میں چاہتی ہوں کہ کوئی اس کا ڈکٹیشن لے لے۔ پھر انھوں نے ڈکٹیشن دے کر اُس کتاب کو مکمل کر دیا۔ یاد رہے کہ آخری زمانے میں وہ مسلم خواتین شعرا پر کتاب لکھ رہی تھیں جس میں ساری دنیا کی مسلم خواتین شعرا شامل ہیں۔ یہ آخری باب اُزبکستان کی خاتون شعراء کے بارے میں تھا۔ ۲۶/ جنوری کو اُن کی اجازت سے اُن کا آپریشن کیا گیا جو افسوس ہے کہ ناکام ہو گیا۔ تاریخ کی یہ نابغہ روزگار شخصیت ۲۶/ جنوری کو رات کے بارہ بجے ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو گئی۔ ۴/ فروری کو بون میں اُن کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ إنا لله وإنا اليه رَاجِعُونَ ۔ مجھے جنازے میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ دنیا بھر سے کوئی پانچ سو افراد نے شرکت کی جن میں یورپ، انگلستان، امریکہ، روس، ترکی، مصر، سوڈان، سعودی عرب کے اسکالرز کے علاوہ بعض ارباب اقتدار بھی تھے۔ ایسی شخصیت پتہ نہیں کتنی صدیوں بعد پیدا ہو۔

مراجع:

Schimmel, Annemarie. *A Life of Learning.* American Council of Learned Societies, 1993.

____ . *Deciphering the Signs of God.* SUNY Press, 30 Sept. 1994.

شکیب، محمد ضیاء الدین احمد۔ "این میری شمل"۔ اقبال ریویو، نومبر ۲۰۰۳۔ ۸۱-۸۵۔